بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نظرات

عجیب بات ہے کہ ہندی زبان کو حکومت کی زبان تسلیم کر لیا گیا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ ہندی کی بقا اور ترقی کیلئے اس سے بڑھ کر کوئی دوسری ضمانت نہیں ہو سکتی۔ ہر وہ شخص جسے ہندوستان میں رہنا ہے اور لکھے پڑھے لوگوں میں اسے اپنا شمار کرانا ہے اس کی مادری زبان خواہ کچھ ہی ہو بہرحال اسے ہندی سیکھنی ہو گی لیکن اس کے باوجود غریب اردو کو اب تک ہندی کا حریف اور اس کا مدِمقابل سمجھا جا رہا ہے اردو کی حمایت میں جب کبھی کہیں سے کوئی آواز اٹھتی ہے اسے ہندی کی مخالفت قرار دیا جاتا ہے اور پھر اس زبان کی رکھشا کرنے والوں کا فرض ہو جاتا ہے کہ وہ اردو کو کہیں ایک جگہ بھی سر اٹھانے کا موقع نہ دیں۔ چنانچہ پچھلے دنوں یوپی کونسل میں جب زبان کی بحث آئی تو اس ذہنیت کا نہایت افسوسناک مظاہرہ کیا گیا۔ یک وہ علاقہ جہاں کی ماں اب بھی اپنے بچے کو اردو زبان میں لوریاں دیتی ہے جہاں غصہ یا غایت بے تکلفی کے عالم میں جب بھی کوئی بولتا ہے۔ اردو میں بولتا ہے۔ جہاں محبت کے راز و نیاز کی باتیں اردو میں ہوتی ہیں اور جہاں تنہائی میں بیٹھے بیٹھے جب کوئی گنگناتا ہے تو اردو میں گنگناتا ہے اور جہاں اردو کے سینکڑوں اور ہزاروں نامور ہندو مسلمان مصنف۔ ادیب اور شاعر پیدا ہوئے اور جہاں کے دریاؤں کی سبک خرام موجیں۔ اور سکوتِ شام کی حسین و دلفریب فضائیں بھی مومن و غالب اور میر و داغ کی زبان میں زمزمہ سنج نظر آتی ہیں اس علاقہ کی نسبت بھی کمال جرأت و دیدہ دلیری سے کہہ دیا گیا کہ یہاں کی علاقائی زبان اردو نہیں ہندی ہے اور جب پوچھا گیا کہ اچھا! اگر اردو یوپی کی بھی علاقائی زبان نہیں ہے تو پھر کس علاقہ کی ہے اور اگر کسی ایک علاقہ کی بھی نہیں ہے تو دستورِ ہند میں اس کو علاقائی زبانوں میں کیوں شمار کیا گیا ہے؟ اس سوال کا جواب وہی دیا گیا جو اس قسم کے مواقع پر اک کھسیانا اور دلیلوں سے مات کھایا ہوا دیا کرتا ہے۔ یعنی ہمیں نہیں معلوم! یہ دستور والوں سے پوچھا جائے!!

ہمارے نزدیک یوپی کے وزیرِ تعلیم کا یہ جواب اردو کے حامیوں کے لئے بجائے مایوس کن ہونے کے

حوصلہ افزا ہونا چاہئے۔ کیونکہ بالواسطہ انھوں نے خود تسلیم کرلیا ہے کہ اردو کی اپنی اصل حیثیت مسلّم اور ناقابل تردید ہے۔ انجمن ترقی اردو علی گڈھ نے اس سلسلہ میں ایک مہم شروع کی ہے اور وہ یہ کہ یوپی سے دس لاکھ اشخاص کے دستخط لے کر صدر جمہوریہ کی خدمت میں ایک میمورنڈم پیش کیا جائے کہ ہم لوگوں کی مادری زبان اردو ہے اس بنا پر اس کو یوپی کی علاقائی زبان قرار دیا جائے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ انجمن کا یہ اقدام برمحل و برو قت ہونے کے ساتھ نہایت اہم اور ضروری ہے اور اردو کے قدردانوں کا فرض ہے کہ وہ انجمن کا اس کام میں ہاتھ بٹائیں اور ہر ممکن طریقہ سے اس کی مدد کریں، اس میمورنڈم کا حشر کیا ہوگا؟ یہ تو ہم آج بھی بتا سکتے ہیں لیکن یہ فائدہ بھی کچھ کم نہیں ہے کہ اس طرح اردو کے قدردانوں میں ایک اجتماعیت پیدا ہو جائے گی اور یہ چیز بذات خود آج نہیں تو کل بہت مفید ثابت ہوگی۔ اگر انجمن چاہے تو اس اجتماعیت کو بنیاد بنا کر اردو کے لئے بہت کچھ کر سکتی ہے۔

یہ ہرگز نہ بھولنا چاہئے کہ محض دس لاکھ دستخط لے لینا اور حکومت سے زبان کی علاقائی حیثیت منوالینا اردو کے حفظ و بقا اور اس کی ترقی کا ضامن نہیں ہو سکتا۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ اردو پڑھنے اور لکھنے والوں کی تعداد میں اضافہ کیا جائے اور دوسری جانب جو اردو لکھ پڑھ سکتے ہیں ان کو اس پر آمادہ کیا جائے کہ ان میں سے ہر شخص اپنی آمدنی کا کچھ حصہ اپنے مذاق کے مطابق کسی نہ کسی اردو کے اخبار یا رسالہ کے خرید کرنے پر خرچ کرے اس وقت جو عام مایوسی اور دلگرفتگی طاری ہے اس کا نتیجہ یہ ہو رہا ہے کہ اردو زبان کے ناشرین کی ہمتیں پست ہو گئی ہیں اور وہ اردو کی کوئی کتاب چھاپنے کا مشکل سے ہی حوصلہ کرتے ہیں اس کا لازمی اثر یہ ہو رہا ہے کہ ارباب قلم کو اب اردو میں تصنیف و تالیف کے مشغلہ کو جاری رکھنے کا حوصلہ نہیں ہوتا اور وہ یا تو سرے سے اس مشغلہ کو ہی ترک کر دینا چاہتے ہیں یا انگریزی یا ہندی وغیرہ کسی دوسری زبان کا سہارا لیتے ہیں ظاہر ہے کہ اگر اس عام صورت حال کا نتیجہ یہ ہوا کہ ناشرین نے اردو میں کتابیں چھاپنی اور مصنفین نے اردو میں کتابیں لکھنی ہی ترک کر دیں تو پھر ایک صوبہ کی نہیں بلکہ دس صوبوں کی حکومت بھی اردو کو اپنے ہاں کی علاقائی زبان تسلیم کرلے تو اس سے اردو کے تحفظ میں کوئی مدد نہیں مل سکے گی۔

اس بنا پر انجمن ترقی اردو کو ہمارا مشورہ یہ ہے کہ اس موقع پر اسے اپنی تمام جدو جہد کو صرف دستخط لینے پر ہی مرکوز نہیں کر دینا چاہئے بلکہ ساتھ ہی ساتھ دو کام اور بھی کرنے چاہئیں، ایک یہ کہ ہر اردو بولنے والے سے اس کی آمدنی کا کم از کم ایک پیسہ فی روپیہ وصول کرنا چاہئے اور دوسرے یہ کہ یہ معلوم کرنا چاہئے کہ اردو بولنے والوں میں سے کتنے ایسے ہیں جو اردو لکھ پڑھ نہیں سکتے اور کتنے ہیں جو لکھ پڑھ سکتے ہیں۔ پہلی قسم کے لوگوں کے لئے انجمن کی غرض ہوگا کہ وہ ان میں سے ہر شخص کے مذاق کے مطابق اردو کے اخبار یا رسالے اور کتابیں فراہم کرنے اور ان کو ان لوگوں کے مکان پر پہنچانے کا انتظام کرے۔ اردو کی تعلیم یا اخبارات، رسالوں اور کتابوں کی فراہمی کے تمام اخراجات اس روپیہ سے پورے ہوں گے جو انجمن ایک پیسہ فی روپیہ کے حساب سے وصول کرے گی۔ اس اسکیم کو عمل میں لانے کے لئے ضروری ہے کہ انجمن نے دستخط لینے کے لئے جو فارم تیار کرائے ہیں انھیں پر مندرجہ ذیل خانوں کا اور اضافہ کیا جائے:۔

(۱) کیا آپ اردو بآسانی پڑھ لکھ سکتے ہیں؟

(۲) اگر لکھ پڑھ سکتے ہیں تو آپ کو اردو کا کون سا اخبار یا رسالہ سب سے زیادہ پسند ہے؟

(۳) آپ کو سب سے زیادہ کس فن کی کتابوں کا مطالعہ کرنے کا شوق ہے؟

(۴) آپ ایک پیسہ فی روپیہ کے حساب سے انجمن کو ہر مہینہ کیا چندہ دیں گے جس کے بدلے میں انجمن آپ کو آپکے مذاق کے مطابق اردو کا اخبار یا رسالہ اور کتابیں پابندی کے ساتھ فراہم کرے گی۔

یہ کام صبر آزما اور ہمت خواہ ضرور ہے لیکن انجمن اپنی شاخوں کے ذریعہ اس کو بخوبی انجام دے سکتی ہے۔ اردو بولنے والوں میں کثرت سے ایسے لوگ ہیں جو اردو کے اخبار یا رسالے اور کتابیں پڑھتے ہیں اور اس کے لئے وہ خرچ بھی کر سکتے ہیں لیکن تنظیم اور کسی محرک کے نہ ہونے کی وجہ سے وہ مفت ہی میں یہ کام نکال لیتے ہیں اور یا خرچ کرتے بھی ہیں تو اپنی آمدنی سے بقدر ایک پیسہ فی روپیہ سے بہت کم۔ اگر صرف صوبہ یو۔ پی میں نہیں بلکہ پورے ہندوستان میں ہر جگہ کے اردو بولنے والوں کو اس طرح پر منظم کر دیا جائے تو کوئی شبہ نہیں کہ اس کے ذریعہ اردو کے اخبارات و رسائل اور کتابوں کی عام اشاعت بہت بڑھ جائیگی اور ناشرین و مصنفین کو بھی حوصلہ ہوگا کہ وہ زیادہ سے زیادہ لکھیں اور چھاپیں۔